ابتدائیہ

الکٹرونک میڈیا اور اردو کا ساتھ نیا نہیں ہے۔ ۱۹ویں صدی کی آخری دہائی میں جب سرزمینِ ہند کے افق پر سنیما کا سورج طلوع ہو رہا تھا اسی وقت دوررس اذہان نے محسوس کر لیا تھا اور دیدۂ بینا پر یہ چیز آشکار ہو چکی تھی کہ یہ نئی ایجاد کسی بڑے انقلاب کا پیش خیمہ ہوگی۔ ان کا اندازہ غلط نہیں تھا۔ سنیما نے جلد ہی پیر پسارنا شروع کر دیا اور اس شعبے میں یکے بعد دیگرے ہونے والی سائنسی ایجاد نے اسے جلد ہی ایک قابلِ رشک شکل دے دی۔ بھارت میں ۱۸۹۶ء میں مختصر فلموں کے آغاز سے ۱۹۱۲ء میں پہلی فیچر فلم کے بننے تک کے قلیل وقت میں سنیما نے بڑی چھلانگ لگائی۔ داداصاحب پھالکے کے اس شعبے میں قسمت آزمائی کے فیصلے سے فلم سازی نے پہلے شائقین اور پھر تاجروں کے دل میں جگہ بنالی۔ عوام کو تفریح کا ایک نیا وسیلہ مل گیا اور سرمایہ کاروں کو تجارت کا ایک نیا مگر بہتر متبادل۔

آج فلم سازی کی صنعت کو داداصاحب کی گراں قدر خدمات بھلے ہی یاد نہ ہوں مگر ڈھونڈی راج گوبند پھالکے (دادا صاحب پھالکے کا اصل نام یہی تھا) نے فلم سازی کے شوق کو جنون کی حد تک پورا کیا جس کے نتیجے میں متعدد فلمیں منظرِ عام پر آئیں۔ داداصاحب پھالکے نے دام، درم اور سخن ہر چیز سے فلموں کے گھٹنوں چلنے کے دنوں میں اس کی سرپرستی کی۔ وہ اپنی فلم کے فلم ساز، ہدایت کار اور مدیر ہونے کے علاوہ فلم سازی کے ہر مرحلے میں جاں فشانی سے شریک ہوتے تھے۔ داداصاحب پھالکے کی کاوشوں سے بھارت میں فلم سازی کو فروغ ملا اور عوام کے ساتھ خواص کی دلچسپی بھی تھیٹر سے ہٹ کر فلموں کی جانب ہونے لگی۔ فلمیں بننے اور مقبول ہونے لگیں۔

فلم کی مقبولیت سے تھیٹر سے وابستہ لوگوں کو فکرِ معاش دامن گیر ہونے لگی۔ مسئلہ صرف ذریعۂ معاش کا نہیں تھا بلکہ میڈیم کے فرق کا بھی تھا۔ مگر ہر نئی چیز ابتداء میں شک اور غیر یقینی کی کیفیات کے درمیان قبول کی جاتی ہے۔ یہی چیز سنیما کے ساتھ بھی ہوئی۔ مگر رفتہ رفتہ تھیٹر سے وابستہ لوگوں نے بدلتے وقت کے ساتھ خود کو تبدیل کرنے کا فیصلہ کیا اور سنیما میں قسمت آزمائی کرنے لگے۔ اس سے سنیما میں کام کرنے کے خواہاں لوگوں کی اچھی خاصی تعداد پیدا ہوگئی اور سنیما کو تھیٹر کے تجربہ کار اداکار اور فن کاروں کا جمِ غفیر میسر آ گیا۔ سنیما کو اس سے یہ فائدہ بھی ملا کہ تھیٹر کی مستحکم روایات کے پروردہ اداکاروں نے اپنی فنکارانہ صلاحیت سے سنیما کی جڑوں کی آبیاری کی۔

اس کے بعد جب سنیما نے اپنی ایک شناخت قائم کر لی تو ادیبوں اور شاعروں نے بھی تلاشِ روزگار میں اس صنعت کا رخ کرنا شروع کیا۔ ابتداء میں یہ شاعر اور ادیب زبان اور ادب کی کوئی خدمت کرنے سے قاصر رہے کیوں کہ ان کا مقصد روزگار کے بہتر مواقع کی تلاش تھا جو اس زمانے میں (کم و بیش یہ صورت حال آج بھی نہیں بدلی) سنیما انھیں میسر کرا سکتا تھا۔ سنیما نہ صرف تیزی سے عوام میں مقبول ہوتا ہوا میڈیم تھا بلکہ اس میں پیسہ کمانے اور شہرت پانے کے مواقع بھی کسی دوسرے شعبۂ روزگار سے کہیں زیادہ تھے۔ وابستگی کے بعد یہ شعراء اور ادیب کم و بیش اسی ڈگر پر چل نکلے جس کا مطالبہ سنیما کر رہا تھا۔ جوش ملیح آبادی نے بھی نغمہ نگاری کی مگر جو لکھا اسے کیفیاتی نغمہ نگاری (Situational Songwriting) کی بھی سطحی کوشش سے زیادہ کچھ نہیں کہا